حضرت مولانا فیض احمد

(سابق رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس)

مولانا محمد ازہر صاحب

حمد و ستائش اس ذات کے لیے جس نے کارخانۂ عالم کو وجود بخشا،
اور
درود و سلام اس کے آخری پیغمبر ﷺ پر جنہوں حق کا بول بالا کیا۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ (۲۶ ستمبر ۲۰۰۸) بروز جمعۃ المبارک جامعہ خیر المدارس کے عظیم فرزند، بانی خیر المدارس حضرت مولانا خیر محمد قدس سرہ کے محبوب شاگرد استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد صاحبؒ اس دارِ فانی کو چھوڑ کر عالمِ آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ اِن للّٰہ و انا الیہ راجعون ٥، فان للّٰہ ماخذ و لہ ما اعطیٰ.
راقم السطور نے اپنے شعوری زندگی میں جن علماء حق کو دیکھا اور پہلی نظر میں ان کی محبت و عقیدت دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو گئی، ان میں حضرت مولاناؒ ممتاز مقام کے حامل تھے، مولانا مرحوم عالم فاضل، محدث، فقیہ، مفسر، متکلم عارف، زاہد اور واعظ ہونے کے ساتھ مردِ غیور و جسور، خوددار، جفاکش، بلند عزم، فراخ حوصلہ، حلیم الطبع، منکسر المزاج، ایثار پسند، قناعت شعار، دور اندیش دور بین، نکتہ آفریں اور نکتہ شناس تھے، ممکن ہے اسے حضرات حسنِ عقیدت یا مبالغہ آرائی پر محمول کریں مگر جن خوش نصیبوں کو مولاناؒ کا قرب اور فیضِ صحبت نصیب ہوا وہ شہادت دیں گے کہ یہ الفاظ مولاناؒ کے اوصاف و کمالات کا احاطہ نہیں کرتے، حق تعالیٰ شانہ نے انہیں دین کے تمام شعبوں کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا۔

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

(خدا تعالیٰ سے یہ محال نہیں کہ دنیا کو ایک ذات میں جمع کر دے)

اس دور کا یہ سانحہ حساس دلوں کے لیے بہت المناک اور اہل فکر ونظر کے لیے بہت تشویشناک ہے کہ جدا ہونے والے اپنے بعد علم وفضل اور اخلاص وایثار کی محفلوں کو یوں سنسان کر کے جارہے ہیں کہ دور دور تک ان کی جگہ لینے والا کوئی نظر نہیں آتا، ایک وقت تھا کہ اس قافلۂ دعوت وعزیمت کا ہر فرد اپنی اپنی جگہ پر رشد وہدایت کا چراغ تھا، جس کی بدولت رسوم وبدعات کی تاریکیاں چھٹتی اور کتاب وسنت کے انوار پھیلتے تھے، یہ لوگ مسندِ تدریس پر صرف ایک استاذ نہیں بلکہ ایک مربی، مصلح، مرشد اور میکدۂ تصوف کے ساقی کے طور پر جلوہ افروز ہوتے تھے، لیکن اب کاغذوں پر علامۃ الدہر، مفکر اسلام، نابغۂ عصر، غوث زمان، قطب دوراں، عالم بے بدل اور محقق العصر تو موجود ہیں، لیکن حقیقی اور واقعاتی دنیا میں یہ نشستیں خالی ہوچکی ہیں۔ جو لوگ علم وفضل، ورع وتقویٰ، خشیت وانابت کے پیکر، کتاب اللہ پر عامل اور سنت نبوی ﷺ کا نمونہ تھے وہ ایک ایک کر کے رخصت ہوگئے، عالم ربانی حضرت مولانا فیض احمد قدس سرہ کی رحلت سے درس وتدریس کی دنیا علم وعرفان کی جامع ایک اور شخصیت سے محروم ہوگئی۔

کچھ ایسے بھی اس بزم سے اٹھ جائیں گے جن کو　　　تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

مولانا مرحوم کی ولادت آج سے ۸۱ برس قبل نومبر ۱۹۲۷ء بروز جمعرات موضع گکری تحصیل میلسی میں ہوئی، والد ماجد الحاج میاں ہدایۃ اللہؒ صوم وصلوٰۃ اور کسب حلال کے سخت پابند، جفاکش، محنتی اور پرہیز گار انسان تھے، انہوں نے اپنے دینی مزاج کی بناء پر لختِ جگر فیض احمدؒ کو گکری کلاں کے مدرسہ مصباح الآخرۃ میں داخل کرایا، جہاں مولاناؒ نے حفظ قرآن کریم کے بعد متوسطات تک کتابیں پڑھیں۔

بعد ازاں جامع مسجد میلسی اور جامع جہانیاں منڈی میں قائم مدارس میں تعلیم حاصل کی، رمضان المبارک ۲۲ سال کی عمر میں مولاناؒ کا عقدِ نکاح ہوا، معاش اور نکاح کی ذمہ داریوں اور تقاضوں کے باوجود تعلیم مکمل کرنے کی تمنا مولاناؒ کے دل سے نہ نکلی۔ چنانچہ ۱۳۶۸ھ (۱۹۴۹ء) کے وسط میں سودا سلف لینے ملتان آئے، تو استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے قائم کردہ جامعہ خیر المدارس میں حاضر ہوئے، یہاں کے تعلیمی ماحول اور انوار وبرکات دیکھ کر تعلیم مکمل کرنے کی خواہش پھر جاگ اٹھی، مولاناؒ نے گھر پہنچ کر زبانی گزارش کی بجائے ایک تحریری درخواست والد صاحبؒ کی خدمت میں پیش کی، جس میں تعلیم کی راہ میں بڑی رکاوٹ معاشی ذمہ داری کا بوجھ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ: (۱) آپ کا بیٹا بالفرض چور ہوتا، گرفتار ہوجاتا، تو آپ گھر کا بوجھ برداشت کرتے! (۲) یا کسی مہلک وخطرناک مرض کا مریض ہوتا تو بھی آپ بوجھ اٹھاتے! (۳) یا اچانک مرجاتا تب بھی آپ صبر کرتے اور سارا بوجھ برداشت کرتے! (۴) اب چوتھی صورت یہ ہے کہ میں اپنی ادھوری تعلیم مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت مرحمت فرمائی جائے!

والد صاحبؒ پڑھ کر مسکرائے اور اجازت عنایت فرمادی، چنانچہ شوال ۱۳۶۸ھ میں مولاناؒ خیر المدارس میں حاضر ہوئے، استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد قدس سرہ نے ''ہدایہ اولین'' کا امتحان لیا اور فرمایا: کہ ''جلدی مولوی بننا چاہتے ہو یا پکے مولوی؟'' عرض کیا: ''جس طرح ارشاد ہو تعمیل کے لیے حاضر ہوں''۔ ارشاد فرمایا: ایک سال مزید لگالو اور جلالین شریف اور مشکوٰۃ شریف دوبارہ پڑھ لو، چنانچہ حضرت الاستاذؒ کے ایماء کے مطابق مولاناؒ نے درجہ جلالین، مشکوٰۃ شریف اور دورۂ حدیث کی کتب خیر المدارس میں پڑھ کر سندِ فراغ حاصل کی۔

مولاناؒ کی سلامتی طبع، اساتذہ کے احترام اور فطری صالحیت سے واقفیت اور آج کل کے طلبہ کی سبق آموزی کے لیے ایک واقعہ عرض ہے۔ خیر المدارس میں میبذی (فلسفہ کی اہم وادق کتاب) حضرت مولانا عبد الجلیل سرحدیؒ پڑھاتے تھے، طلبہ نے درخواست دی کہ ہمیں سبق سمجھ نہیں آتا لہٰذا ''میبذی'' کا استاذ تبدیل کر دیا جائے، حضرت مہتمم صاحبؒ نے فرمایا: کہ ''سبق استاذ صاحبؒ سے نہیں لیا جائے گا ہاں! طلبہ کو اختیار ہے چاہیں یہ سبق پڑھیں یا چھوڑ دیں'' اس اختیار کے بعد مولاناؒ کے سوا سب طلبہ نے سبق چھوڑ دیا، مولاناؒ تنہا حضرت استاذ صاحبؒ سے پڑھتے رہے بس عبارت پڑھ کر خود مطلب بیان کرتے اور دعا لے کر چلے آتے، خیر المدارس میں مولانا مرحوم نے مشکوٰۃ شریف اور بخاری شریف استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمدؒ، ترمذی شریف حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ ڈیرویؒ، مسلم شریف حضرت مولانا جمال الدینؒ، ابوداؤد شریف حضرت مولانا نور محمدؒ اور نسائی شریف حضرت مولانا عبد الشکور کامل پوریؒ سے پڑھیں اور حق یہ ہے کہ مولاناؒ ان تمام خدارسیدہ وجید اساتذہ کے علوم و معارف کے امین تھے، مولاناؒ کے ورع وتقویٰ اور علم وعمل کو دیکھ کر حضرت مولانا خیر محمد قدس سرہ نے آپ کو زمانہ طالب علمی ہی میں خیر المدارس کی جامع مسجد میں امامت کے منصب پر فائز فرمادیا تھا، ۱۳۷۰ھ سے ۱۳۸۲ھ تک تقریباً بارہ سال مولاناؒ یہ خدمت بلا معاوضہ انجام دیتے رہے، فراغت کے بعد تدریس کا شرف بھی اپنی مادرِ علمی میں نصیب ہوا، تقریباً گیارہ سال تک مولاناؒ نے کریما سے لے کر مشکوٰۃ و بیضاوی شریف تک تدریس فرمائی۔ ۱۳۸۲ھ (جنوری ۱۹۶۳ء) میں ایک دینی کتب خانہ ''مکتبہ امدادیہ'' کا آغاز کیا، اور تکوینی طور پر ایسے حالات پیدا ہوئے کہ مولانا کے علوم و معارف سے دوسری درس گاہیں بھی فیض یاب ہوئیں، چنانچہ ۲۷ سال آپؒ نے جامعہ قاسم العلوم میں بخاری شریف و ترمذی شریف سمیت دیگر اہم کتب حدیث کا درس دیا (اور مکتبہ کا کام آپؒ کے چھوٹے بھائی مولانا حافظ نور احمد صاحب انجام دیتے رہے) اس عرصہ میں آپؒ نے جامعہ قاسم العلوم سے کوئی معاوضہ یا مشاہرہ وصول نہیں کیا، محمود الملۃ حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جامعہ قاسم العلوم کی مجلس شوریٰ وانتظامیہ کے بے حد اصرار پر اہتمام کی ذمہ داری بھی آپ

کے دوش پر آئی، جامعہ قاسم العلوم جیسی شہرہ آفاق درسگاہ کے شیخ الحدیث اور مہتمم ہونے کے باوجود آپؒ سادگی، قناعت، زہد، دنیا سے بے رغبتی اور متاع دنیا سے کم سے کم استمتاع میں کوئی فرق نہیں آیا، آپؒ پانچ چھ میل کا سفر سائیکل پر طے کر کے عین وقت پر جامعہ قاسم العلوم تشریف لاتے، سالہا سال تک اس معمول میں کبھی فرق نہیں آیا، جامعہ قاسم العلوم کی اہتمام کی ذمہ داری مولاناؒ پر ان کے انکار کے باوجود ڈالی گئی تھی، وہ اس منصب کے ہرگز طالب یا متمنی نہ تھے، زمانہ اہتمام میں انہوں نے اپنے سوانح کے ضمن میں لکھا ''خدا کرے اس بارِ گراں سے جلد نجات نصیب ہو'' اللہ تعالیٰ نے ان کی آرزو پوری کی اور ایسے حالات پیدا ہوئے کہ مولاناؒ قاسم العلوم کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے، اس کے بعد اپنے قائم کردہ ادارہ جامعہ امداد العلوم ملتان میں ابتداء سے لے کر دورۂ حدیث تک کتابیں پڑھائیں، آپ کے لائق و فائق فرزندان مولانا فاروق احمد و مولانا مسعود احمد سلمہما اللہ اور برادرزادہ مولانا نعیم احمد اور بھانجے مولانا حافظ بشیر احمد مرحوم نے اسی عرصہ میں آپؒ سے تعلیم مکمل کی اور تقریباً اکثر کتابیں حضرتؒ سے پڑھیں۔ ۲۰۰۱ء میں آپؒ دوبارہ جامعہ خیر المدارس میں استاذ الحدیث کے طور پر تشریف اور ترمذی شریف کا درس آپؒ کے سپرد ہوا۔ یوں...... پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

مولانا مرحوم اپنی تواضع و بے نفسی اور سادگی و جفاکشی میں منفرد تھے، خیر المدارس میں دوبارہ تقرر کے بعد بھی آپؒ نے تدریسی خدمات کا کوئی معاوضہ نہیں لیا، موجودہ دور میں آپؒ جیسے کریم النفس، حلیم الطبع، قلیل الکلام، صبیح الوجہ اور منکسر المزاج عالم کی مثال ملنا مشکل ہے، اصاغر کی حوصلہ افزائی کا خاص انداز تھا، راقم جب بھی حاضر خدمت ہوتا ماہنامہ ''الخیر'' کے اداریہ کی زوردار الفاظ میں تائید و تحسین فرماتے، بالخصوص سیاستِ حاضرہ پر ''الخیر'' کی معتدل و متوازن پالیسی اور تجزیہ کی تصویب فرماتے۔

حضرت مولانا فیض احمد قدس سرہ آج کل کے مدعیانِ تصوف کی طرح کاغذی ''جامع شریعت و طریقت'' نہ تھے بلکہ اپنے اکابر و اسلاف کی مانند حقیقی معنوں میں مقام احسان پر فائز تھے، آپؒ کی پہلی بیعت مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد قدس سرہ سے تھی، ان کے وصال کے بعد برکۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ سے بیعت کی سعادت نصیب ہوئی، ان کی وفات کے بعد مخدوم العلماء والصلحاء حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپؒ کو بیعت کے ساتھ خلافت و اجازت سے بھی نوازا۔

مولاناؒ کی زندگی پر مجاہدانہ رنگ غالب تھا، خداداد صلاحیتوں کی بدولت آپ درس و تدریس کے علاوہ خدمتِ دین کے دوسرے شعبوں میں بھی سرگرم رہے، ملک میں نفاذِ اسلام کے لیے جمعیۃ علماء اسلام کے بھرپور حامی تھے،

۱۹۷۱ء میں جمعیۃ کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا اور جاگیردارانہ نظام کے باوجود دس ہزار سے زائد ووٹ لے کر مخالفین کو حیرت زدہ کر دیا، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے رکن اور خازن رہے، عالمی مجلس ختم نبوۃ کے مرکزی مجلسِ شوریٰ کے ممبر تھے، ان کے علاوہ دعوت کی عالمی تحریک ''تبلیغی جماعت'' سے وابستگی رہی اور مختلف اوقات میں جماعتوں کے ساتھ وقت بھی لگایا بلکہ مدرسہ امداد العلوم کے سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحانات کے موقع پر طلبہ کے ساتھ مختلف مساجد میں تبلیغ کی غرض سے تشریف لے جاتے۔

ان دینی خدمات کے علاوہ پہلے ''مکتبہ امدادیہ'' اور پھر ''مکتبہ حقانیہ'' قائم فرمایا، مولاناؒ کی سرپرستی میں ان دونوں مکتبوں نے عام تالیفاتی اداروں کی ڈگر سے ہٹ کر درجنوں نایاب کتب کو شایانِ شان اہتمام سے شائع کیا۔

حضرت ملا علی قاریؒ کی ''مرقات'' اور علامہ محمود آلوسیؒ کی ''روح المعانی'' کو مولانا مرحوم نے اس وقت شائع کیا جب یہ دونوں کتابیں اہل علم کی دسترس سے بالا تھیں۔ مولاناؒ نے یہ علمی سرمایہ قدردانوں کے لیے ''فیض عام'' بنا دیا، مولاناؒ قابل و بلند پایہ مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف میں بھی اونچا مقام رکھتے تھے، مولاناؒ کی تحریریں حشو و زوائد سے پاک اور سلاست و جامعیت میں مثالی ہیں، عربی میں البنایہ (شرح ہدایہ) کا حاشیہ اور اردو میں ''مقام حدیث''، ''المسائل والدلائل'' اور ''نماز مدلل'' مولاناؒ کے علم اور قلم کا شاہکار اور صدقہ جاریہ ہیں۔

مولاناؒ کی زندگی کے آخری ایام کے چند سال ظاہری طور پر ابتلا و آزمائش کے تھے، مگر اس عرصہ میں انہوں نے اپنی دینی مصروفیات کو ترک کیا نہ صبر و شکر کا دامن چھوڑا، جسم کا نچلا حصہ مفلوج ہو جانے کے بعد بھی وہ اسی ہمت و عزیمت کے ساتھ وہیل چیئر پر جامعہ خیر المدارس میں درسِ حدیث کے لیے تشریف لاتے رہے، جیسے زمانہ صحت میں تشریف لایا کرتے تھے، آخری سات ماہ استغراق میں گزرے اس عرصہ میں آپؒ کی غذا صرف یادِ الٰہی رہ گئی تھی، مولاناؒ کے صاحبزادوں کا بیان ہے کہ چوبیس گھنٹے میں تین چار چمچ، آبِ زمزم اور سیال غذا (شوربہ یا یخنی) آپ کی غذا تھی، رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو آپؒ نے اس دنیا کو الوداع کہا تو یوں محسوس ہوا کہ کارکنانِ قضا و قدر کو اسی مبارک لمحہ کا انتظار تھا اور مولاناؒ بسترِ علالت پر اسی وقت کے لیے یادِ الٰہی میں مستغرق تھے، مولاناؒ اس فانی دنیا سے چلے گئے مگر علم و فضل، شرافت و متانت، اخلاص وللّٰہیت، رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت کا جو نمونہ دنیا میں چھوڑ گئے وہ آنے والی نسلوں کی رہنمائی کرتا رہے گا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

☆☆☆